خانہ آبادی

حائل خیرآبادی

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلمانو!

تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں ۔ اس آگ پر ایسے فرشتے مقرر ہیں جو سخت دل اور زبردست ہیں، وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے، انہیں جو حکم دیا جاتا ہے اُسے بجالاتے ہیں ۔ (سورہ التحریم آیت ۶)

بہترین متاع

حضرت عبد اللہؓ بن عمرو سے روایت ہے کہ فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے "دنیا ساری کی ساری متاع (فائدہ اٹھانے کا سامان) ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے ۔ (صحیح مسلم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؁

خانہ آبادی

عزیزم۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خط ملا، پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ آپ کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ماشاءاللہ آپ میں نصیحت پذیری کا جذبہ تمام دکمال موجود ہے۔ آپ کے اسی جذبہ نے مجھے مجبور کیا کہ میں آپ کو آپ کے خط کا جواب تفصیل کے ساتھ دوں اور ازدواجی زندگی کے اُن تمام مرحلوں سے آگاہ کردوں جہاں نئے شادی شدہ جوڑے ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتا ہوں کہ وہ آپ کو کامیاب زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

میرے بھائی! آپ ہی نہیں، ہر شادی شدہ جوڑا چاہتا ہے کہ اس کی ازدواجی زندگی ہنسی خوشی بسر ہوتی رہے۔ لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ بہت سے خاندانوں میں شوہر اور بیوی کے تعلقات شادی کے چند دنوں کے بعد ہی بڑے افسوسناک ہو جاتے ہیں۔ جن دو ہستیوں نے خدا اور رسولؐ کے نام کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا عہد کیا تھا، تھوڑے ہی عرصے کے بعد ایک دوسرے سے دور ہو جاتے ہیں، اس طرح رہتے بستے ان کی زندگی ایک خاص راستے پر

پڑ جاتی ہے اور پھر سے

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

میاں نے کمائی کر کے ضرورت کی چیزیں گھر میں لا پٹکیں۔ اور بیوی نے کھانا پکا کر میاں کے آگے لا دھرا۔ بچے ہوئے، انہیں جیسے تیسے پال پوس دیا۔ بس یہ زندگی ہوتی ہے۔ اگر کبھی زندگی سنوارنے کا خیال بھی آتا ہے تو ساتھ ہی ان کے دل میں یہ ارمان بھی پیدا ہوتا ہے کہ کوئی "کسی" چھومنتر" سے ٹھیک ٹھاک کر دے۔ خود انہیں کچھ سوچنا اور کرنا نہ پڑے۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں کے لیے دنیا جہان کی نصیحتیں بے سود ہیں۔ ہاں سوچنے اور عمل کرنیوالوں کے لیے کچھ مفید مشورے اور کامیاب تجربے نیچے لکھے جاتے ہیں۔ آپ خصوصی طور پر میرے مخاطب ہیں۔ امید ہے کہ غور فرمائیں گے۔

ازدواجی زندگی کا ابتدائی زمانہ

ازدواجی زندگی کا ابتدائی زمانہ ہر شادی شدہ جوڑے کے لیے بڑا جذباتی اور سرور کا زمانہ ہوتا ہے۔ جنسی خواہشات کے عروج کا یہی وقت ہوتا ہے۔ جب میاں بیوی ایک دوسرے سے محبت اور پیار میں سبقت جتاتے ہیں، ایک دوسرے کی خاطر و مدارات اور دلجوئی کرتے ہیں، کچھ مخصوص اور بیحد سنجیدہ لوگوں کو چھوڑ کر ہر نیا جوڑا جان پہچان والوں میں شریکِ حیات کے متعلق ایسی باتیں بھی کہہ جاتا ہے جو اس میں نہیں ہوتیں۔

یہ جذباتی زمانہ سال چھ ماہ سے زیادہ نہیں رہتا لیکن تجربہ بتاتا ہے کہ یہی سال چھ ماہ کا مختصر زمانہ ہر جوڑے کے لیے آئندہ زندگی بسر کرنے کی بنیاد بنتا ہے۔ شادی کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد جب قدرتی طور پر

خون میں وہ گرمی باقی نہیں رہتی جو جذبات کے اندر طوفان برپا کرتے رہنے کا باعث ہوتی ہے تو پھر اس پیار بھری کیفیت کا توڑ شروع ہوتا ہے جو مفید بھی ہوتا ہے اور مضر بھی۔ مفید اس طرح کہ شادی کے فوراً بعد جنسی خواہشات جو دونوں طرف طوفان بن کر اٹھتی ہیں اگر کم نہ ہوں تو پھر شادی شدہ جوڑا جسمانی اور اقتصادی دونوں صورتوں میں کمزور ہوتا چلا جاتا ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس جذباتی زمانے میں دونوں طرف سے جو اندھادھند محبت کا اظہار ہوتا ہے اس کا اثر باقی رہتا ہے اور یہی اثر دونوں کے تعلقات کو مضبوط رکھتا ہے۔

ان فائدوں کے پیش نظر ہم ناتجربہ کار انسانی جوڑے پر قدرت کی یہ بڑی مہربانی سمجھتے ہیں کہ وہ اس جذباتی زمانے کے فائدوں سے تو مالا مال کر دے لیکن جذبات کو زیادہ دنوں تک برقرار نہ رکھے اور اسے اس اعتدال پر لے آئے جہاں میاں بیوی اپنی آئندہ زندگی کے لیے کچھ کام کے بن سکیں۔

اس جذباتی زمانے کا مضر پہلو یہ ہے کہ نادان اور ناتجربہ کار میاں بیوی یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ دونوں طرف سے خلوص اور محبت کی یہی بھرمار عمر بھر رہے گی۔ لیکن وہ قدرتاً نہیں رہتی اور اسے رہنا بھی نہ چاہیئے۔ لہذا اس طرح کی اُمید قائم کرنا ایک زبردست غلطی ہے ــــــ اس غلطی سے آگاہی اس وقت ہوتی ہے جب جذبات کا یہ زمانہ ختم ہو جاتا ہے اور محبت اعتدال پر آجاتی ہے۔

نکتہ چینی کا زمانہ

جذباتی زمانہ ختم ہو جانے کے بعد جب میاں بیوی کی محبت اعتدال پر آتی ہے اور اب ایک دوسرے پر نظر ڈالتے ہیں تو ایک دوسرے کی کچھ باتیں اپنی طبیعت کے خلاف نظر

آنے لگتی ہیں۔ اب تک ان باتوں پر جذبات کی آندھی نے پردہ ڈال رکھا تھا۔ دونوں میں سے کسی کو ہوش ہی نہ تھا کہ اس طرف دھیان دیتا دونوں ایک خاص حالت میں مگن تھے جذبات کی آندھی ختم ہوتے ہی جب آنکھیں کھلیں تو نظر آیا کہ کچھ باتوں میں ایک کچھ چاہتا ہے اور دوسرا کچھ۔ اب ٹکراؤ شروع ہوتا ہے۔ اس ٹکراؤ میں اس جذباتی زمانے کی بعض وہ باتیں جو محض تفریح کے طور پر ایک نے دوسرے کے سامنے رکھی تھیں۔ شکوہ کے طور پر دہرائی جاتی ہیں۔ تم نے فلاں وقت مجھے یوں کہا تھا مگر میں نے کچھ نہیں کہا، فلاں دن یہ کیا لیکن میں نے ضبط کر لیا" وغیرہ وغیرہ۔

دیکھا گیا ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناک بھویں سکوڑی جانے لگتی ہیں۔ پہلے سال یہ تھا کہ بیوی نے کھانا کھلاتے وقت پوچھا" نمک کیسا ہے؟ سالن کیسا بنا؟" تو میاں نے جواب دیا" بہت خوب" تمہارے ہاتھوں کی بنی ہوئی چیز بھلا مجھے پسند نہ آئے" اور بیوی پیار بھرے جملوں میں کہتی ہے" کبھی تو اپنی پسند کی بات کہیئے ویسا ہی کر دوں" لیکن اب عالم یہ ہے کہ میاں کو آج نمک پھیکا معلوم ہوتا ہے تو کل تیز۔ آج مرچیں کم ہیں تو کل زیادہ۔ اور وہی بیوی ٹھنک کر جواب دیتی ہے" اونھ! میرے ہاتھ کا کھانا تمہیں پسند کب آیا۔ لاکھ جتن کرتی ہوں پر تمہاری پسند کا پتہ ہی نہیں چلتا"

اسی طرح میاں کی حالت پہلے یہ تھی کہ بیوی نے جھوٹوں بھی کہدیا کہ فلاں چیز لیتے آنا، تو میاں نے جھٹ لا حاضر کی، لیکن اب یہ عالم ہے کہ بیوی بار بار ایک چیز کے لیے کہہ رہی ہے اور میاں ہیں کہ انہیں یاد ہی نہیں رہتی اور اگر کہیں بیوی کی زبان سے نکل گیا کہ، چھالیاں بھول گئے لیکن سگریٹ نہ بھولے" تو مزاج مبارک برہم ہو جاتا ہے۔

آخر کار حالت یہ ہوتی ہے کہ دونوں اپنی اپنی جگہ جھنجھلاتے رہتے ہیں اور گھر کا نظم درہم برہم ہوتا رہتا ہے۔ ایک کا اعتراض یہ ہے کہ "بیس بار کہا کہ پانی کھلا مت رکھو، گھڑوں کو ڈھانک دیا کرو۔ برتنوں کو صاف رکھا کرو، یہ دیکھو، مچھر دانی ابھی تک نہیں اٹھائی، وہ دیکھو، لوٹا اُدھر اوندھا پڑا ہے۔ کوئی گھر میں ہو تو یہ سب دیکھ بھال کرے۔"

دوسرا اپنی طرف جھینک رہا ہے "اتنی رات گئے اب آئے ہیں، راستہ دیکھتے دیکھتے آنکھیں پھوٹ گئیں، نہ جانے اپنی کس سگی کے یہاں گئے تھے۔ آج بہشتی پانی نہیں لایا۔ نہ جانے کس خوشامد سے بھنّوبی سے دو لوٹے پانی نل سے منگوایا، کسی کو کیا فکر، پھر نواب صاحب سے کون کہے۔ ایک ٹھلیا پانی لا دیجئے۔"

دیکھنے میں تو یہ سب باتیں چھوٹی باتیں ہیں مگر ان کا اثر بڑا پڑتا ہے۔ میاں بیوی ایک دوسرے سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔

اصلاح

نکتہ چینی کے زمانے کی بھونڈی تصویر جو اوپر کھینچی گئی ہے۔ اس سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ جس طرح جذباتی زمانے کی ترنگیں کم ہوتے ہوتے ایک سطح پر آجاتی ہیں۔ اسی طرح یہ نکتہ چینی بھی اپنا کام کرکے ایک حد پر آکر رُک جاتی ہے۔ نادان میاں بیوی اس صورت حال سے گھبراکر اپنے کو بے بسی کے سپرد کر دیتے ہیں اور پھر وہ زندگی کو نہیں گزارتے بلکہ زندگی انہیں گزارتی ہے لیکن اللہ کے جن بندوں میں ذرا بھی سمجھ ہوتی ہے وہ مایوس نہیں ہوتے وہ کوشش کرتے ہیں کہ ان تبدیلیوں ہی میں اعتدال کی راہ تلاش کریں اور اصلاح کے پہلوؤں کی کھوج لگاکر اپنے اصولوں پر زندگی کو ڈھالیں۔ اس نکتہ چینی سے جہاں ایک طرف وہ نقصان ہوتا ہے

جو اوپر بیان کیا گیا ہے، ایک فائدہ بھی ہوتا ہے - وہ یہ کہ میاں بیوی دونوں کا ذہن اور مزاج کھل کر سامنے آجاتا ہے اور ظاہر ہے کہ اصلاح کے لیے ذہن و مزاج کا کھل کر سامنے آجانا اصلاحِ حال کی بڑی بڑی شاہراہیں کھول دیتا ہے۔

یہ تو سب جانتے ہیں کہ دو شخصوں میں ذہن و مزاج کا کچھ نہ کچھ اختلاف پایا ہی جاتا ہے۔ انسانی تمدّن کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ وہ دو مختلف مزاجوں کو ایک جگہ جمع کرکے زندگی بسر کرنے کے اصول بتاتا ہے۔ ان اصولوں میں کچھ موٹے موٹے اصول یہ ہیں:-

محبت و احترام

اس بات کو ہر شادی شدہ جوڑا اچھی طرح جانتا ہے کہ نکاح کے دو بولوں کے ساتھ ہی ان میں قدرتاً محبت کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے - محبت کا یہ جذبہ لاکھ اختلافات کے باوجود ختم نہیں ہوتا۔ ہماری اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ جب شوہر اور بیوی میں جھگڑا ہوتا ہے اور بیوی روٹھ کر میکے چلی جاتی ہے یا شوہر ناراض ہو کر خود اسے بھیج دیتا ہے تو مہینہ پندرہ دن کے اندر ہی دونوں بے چینی محسوس کرنے لگتے ہیں اور اپنی اپنی جگہ انہیں اپنی غلطیوں کا احساس ہونے لگتا ہے اور پھر اس طرح سوچتے ہیں کہ کوئی سمجھا بجھا کر یا ڈانٹ ڈپٹ کر ہی دونوں کو ملا دے ہم پھر کبھی نہیں لڑیں گے۔

اس بات پر بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ محبت و احترام کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ جنسی خواہشات سے مجبور ہو کر یہ احساس ابھرتا ہے یا پھر اپنے پرایوں کے مختلف استفسارات سے ندامت محسوس کرکے پھر میل کرنے کی راہیں نکالی جاتی ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ جنسی خواہشات اپنی جگہ مسلّم۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ اپنے پرائے اَن بَن کی کھوج لگانے میں طرح طرح کے سوالات کرتے ہیں اور ان سوالات سے شوہر اپنی جگہ ذلت محسوس کرتا ہے اور بیوی اپنی جگہ۔ لیکن یہ مشاہدہ گہرا مشاہدہ نہیں ہے۔ جن لوگوں نے قریب سے دیکھا ہے انکا کہنا ہے کہ وہ ایک قدرتی محبت ہے جو دونوں کو پھر ملانے کے لیے ابھارتی رہتی ہے۔

عقلمند وہ ہے جو اس محبت کی قدر کرے اور جہاں تک ہو سکے اس محبّت کا احترام کرے۔ اس احترام کے سلسلے میں سب سے پہلا مشورہ یہ ہے کہ جب کوئی نامناسب بات کسی کی طرف سے ہو جائے تو وہ گھر کی گھر ہی میں رہے۔ اصل میں انسان ذلت اس وقت زیادہ محسوس کرتا ہے جب اس کی غلطی دوسروں کے سامنے کھولی جانے لگتی ہے، وہ عورت نہایت بے وقوف ہوتی ہے جو شوہر کی غلطیوں کو میکے میں جاکر کہتی ہے اور وہ مرد بھی بڑا نادان ہوتا ہے جو اپنی بیوی کی خامیوں کو دوستوں سے کہتا پھرتا ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے لیے لباس کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک دوسرے کا لباس نوچ کر اسے ننگا کرنے کی کوشش کرے گا تو خود بھی ننگا ہونے سے نہ بچے گا۔

اعتماد شادی ہونے کے بعد جب شوہر اور بیوی ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ان میں بڑا اعتماد ہوتا ہے ــــ دونوں ایک دوسرے کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دیتے ہیں۔ لیکن دیکھا گیا ہے کہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد یہ اعتماد اُٹھ جاتا ہے۔ اعتماد کے اُٹھ جانے میں دونوں طرف سے کچھ زیادتیاں ہوتی ہیں، کبھی تو کسی شک کی وجہ سے اعتماد میں رخنہ پڑتا ہے۔ میاں اس خیال سے اپنی آمدنی چھپاتا ہے کہ بیوی نے جانا تو مطالبہ کرے گی اور پھر اپنی بے جا ضرورتوں

میں خرچ کر ڈالے گی۔ بیوی اپنی آئندہ ضرورتوں کے لیے میاں سے اشیاء چھپا چھپا کر رکھتی ہے۔ بہت سی چیزیں گھر میں دس پندرہ دن کے لیے موجود ہوتی ہیں لیکن مطالبہ پہلے سے شروع ہو جاتا ہے۔ شوہر ایک اور غلطی کرتا ہے کہ موقع پا کر کبھی کبھی بیوی کے بکس کا جائزہ لیتا ہے۔ بیوی کو اس بات سے دلی رنج ہوتا ہے اور وہ اسے اپنی ذلت محسوس کرتی ہے۔ ان باتوں کی وجہ سے بیوی شوہر سے بھی بڑی غلطی کرتی ہے وہ شوہر سے چھپا کر بعض چیزیں اپنی سہیلیوں اور ماں کے پاس رکھ دیتی ہے پھر جب شوہر کسی طرح سُن گُن پا جاتا ہے تو بے اعتمادی کے ساتھ جھگڑا اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ معمولی سی یہ بات دونوں کی سمجھ میں نہیں آتی کہ بیوی اگر کچھ بچا کر محفوظ کر دیتی ہے تو آخر وہ کبھی نہ کبھی گھر ہی کے کام آئے گا۔ اسی طرح شوہر کے پاس جو کچھ ہے وہ بھی کسی نہ کسی دور اندیشی کی وجہ سے ہے۔

بعض شکی مرد سب سے بڑی غلطی یہ کرتے ہیں کہ وہ بیوی کے چال چلن پر شبہ کرتے رہتے ہیں اور معاملہ میں بڑی سختی برتتے ہیں۔ اس سے عورت کو بڑا صدمہ ہوتا ہے اور وہ مرد کو ظالم خیال کرتی ہے۔ کوئی عورت اپنے شوہر کے سوا کسی غیر کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتی۔

بعض عورتیں بھی اس طرح کی بے وقوفی کرتی ہیں۔ شوہر رات کے وقت ذرا دیر کر کے آیا تو وہ طرح طرح کے شبہے کرنے لگتی ہیں اور شوہر کے آنے پر اس طرح کے سوالات کرتی ہیں جن سے شوہر سمجھتا ہے کہ وہ اس کی ٹوہ اور کھوج لگاتی ہے۔ اس طرح بے اعتمادی کا بیج پڑ جاتا ہے اور زندگی کا لطف غائب ہونے لگتا ہے۔

اس بے اعتمادی کی وجہ سے ایک طرف سے بندشیں شروع ہوتی ہیں۔ دوسری طرف سے شکوہ شکایت۔ بات دوسرے دن تک پہنچتی ہے۔ بہت سے

کم ظرف لوگوں کو ہنسنے کا موقع ملتا ہے اور خواہ مخواہ یہ دونوں ذلیل ہوتے ہیں۔

اصلاح

اگر میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کا احترام اور اعتماد کریں تو ازدواجی زندگی بڑی خوشگوار رہتی ہے۔ اس میں زیادہ قابلیت کی ضرورت نہیں ذرا سے صبر اور معمولی حکمت سے یہ دونوں قائم رکھی جا سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر یہ مشورے قابل غور ہیں۔

گھر میں چیزیں ٹوٹتی پھوٹتی رہتی ہیں۔ کسی نہ کسی طرح دیکھ بھال اور احتیاط کے باوجود نقصان ہو ہی جاتا ہے۔ کبھی کسی سے چائے کی پیالی ٹوٹ جاتی ہے۔ کبھی گلاس فرش پر گر کر چور چور ہو جاتا ہے، کبھی دال بگھارنے میں گھی جل جاتا ہے۔ کبھی گھڑے کھلے رہ جاتے ہیں۔ کبھی بازار سے کوئی چیز آنے سے رہ جاتی ہے۔ دیکھیے یہ سب بالکل چھوٹی باتیں ہیں مگر ان کا ایک رخ یہ ہے کہ اگر بیوی سے ایسا ہو گیا تو میاں آنکھیں نکال کر کہتے ہیں "تم کو کیا، کمانا تو مجھے پڑتا ہے" یا میاں کی طرف سے ایسا ہوا تو بیوی تیوریاں چڑھاتی ہے کہ تم کو کیا، میں ہر چیز کے لیے ترستی رہتی ہوں۔

دوسرا رخ یہ ہے کہ بھئی چائے کی پیالی ٹوٹ گئی تو ٹوٹ جانے دو جو ہو گیا سو ہو گیا۔ اب لالٹین کا شیشہ جڑ تو سکتا نہیں۔ گھی گر گیا تو اس میں بات ہی کیا ہوئی۔ ارے بھئی! اس طرح نقصان ہونے ہی سے تو تجربہ ہوتا ہے اور آئندہ انسان خیال رکھتا ہے۔ اور پھر یہ سب ہے تو تمہارا ہی ہے۔ تم کو بھی تو صدمہ ہوا ہو گا نا! کیا اس ٹکے کی چیز کے لیے میں تم پر غصہ کروں!

ایک واقعہ ہے۔ ایک عورت کی بے پروائی سے بلی دودھ پی گئی۔ وہ بیچاری ڈر اور سہم رہی تھی کہ نہ جانے آج وہ کتنا غصہ کریں۔ شوہر نے آ کر جانا تو اس نے کہا: "اچھا ہوا بلی دودھ پی گئی۔ شاید اس دودھ میں کچھ خرابی آ گئی تھی۔ اگر ہم تم

اسے کھاتے پیتے تو نہ جانے کیا نقصان ہوتا۔ ممکن ہے اس طرح اللہ تعالےٰ نے ہمیں اس خراب دودھ کے نقصان سے بچالیا ہو۔"

گھر میں اس طرح کے نقصانات کے موقعوں پر دونوں رُخ بیان کر دیئے گئے۔ سمجھدار آدمی سوچ سکتا ہے کہ ان دونوں کا کس طرح اثر پڑتا ہے۔ تجربہ بتاتا ہے کہ دوسرا انداز اختیار کرنے سے میاں بیوی ایک دوسرے کو محترم سمجھنے لگتے ہیں اور ان میں ایک دوسرے سے کھٹک پیدا نہیں ہوتی اور پھر ایسا ہوتا ہے کہ اپنی بڑی سے بڑی غلطی ایک دوسرے کے سامنے بیان کر دیتے ہیں اور آپس کے مشوروں سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

اس جگہ ایک سچّی بات کرنا ضروری ہے۔ جسم وطبیعت کے اعتبار سے عورت مرد کے مقابلے میں بڑی نازک ہوتی ہے۔ وہ ہر بات سے جلد متاثر ہو جاتی ہے۔ قوی جسم اور مرد کی مردانگی اس میں نہیں کہ کمزور بیوی پر غصہ اتارے۔ مرد کی مردانگی یہ ہے کہ وہ اپنے کو سنبھالے رکھے۔ عورت سے زیادہ عفو اور درگذر سے کام لے۔ گھر کے نظم میں اس کی مدد کرے اس کی نازک مزاجی کو برداشت کرے۔

یہ باتیں جو اوپر بیان کی گئیں، دیکھنے میں معمولی نظر آتی ہیں مگر تجربہ کار لوگوں کا کہنا ہے کہ انہی معمولی باتوں پر عمل کرنے سے انہوں نے عورت کو جیت لیا۔ اور وہی عورت جو اُن سے ڈرتی تھی اب بے خوف اطاعت میں لونڈی سے زیادہ سرگرم ہے۔ کتنی سچی باتیں ہیں یہ کہ "عورت کو دن میں ستّر بار معاف کرو۔ اسے سیدھا کرنے کے لیے سختی سے کام نہ لو ورنہ وہ ٹوٹ جائے گی۔ اس سے حکمت سے کام لو" "سب سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنی بیوی کے لیے سب بہتر ہو" (حدیث) وغیرہ۔

اولاد

مثل مشہور ہے کہ جب دو گھڑے پاس پاس ہوں گے تو وہ ٹکرا ضرور جائیں گے۔ کبھی نہ کبھی میاں بیوی میں کچھ نہ کچھ جھڑپ ہو ہی جاتی ہے اور

بعض اوقات دونوں کی ناسمجھی سے یہ جھڑپ غلط رُخ اختیار کرلیتی ہے۔ قدرت کا یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے ایک مرد اور عورت کو مل کر زندگی گزارنے کے لیے ایسی حکمتوں سے کام لیا ہے کہ سمجھ رکھنے والے وجد میں آجاتے ہیں۔ میاں بیوی کے بہت سے جھگڑے اولاد کی وجہ سے آپ ہی آپ ختم ہو جاتے ہیں۔ اولاد کی محبّت شوہر اور بیوی کے دلوں میں قدرتی طور سے ہوتی ہے جب کبھی میاں بیوی میں کسی بات پر رنجش ہو جاتی ہے، ذرا سا بے زبان ننھا اپنی دل فریب حرکتوں سے والدین کے دلوں کو گدگدا دیتا ہے اور وہ مسکرانے پر مجبور ہو جاتے ہیں، اولاد کی پرورش و پرداخت زن و شوہر کو اوّل تو لڑنے کا موقع ہی نہیں دیتی اور اگر پرانی یا نئی کشمکش ہوتی بھی ہے تو وہ آپ سے آپ ختم ہو جاتی ہے۔ گھر کے باہر کوئی "ناصح مشفق" سمجھانے نہیں آتا۔ گھر کا یہ چراغ خود دونوں کے دلوں کو روشن کر دیتا ہے۔ اب اگر دونوں میں "ٹکراؤ" ہوتا ہے تو اس لیے کہ ننھے کے لیے فلاں چیز نہیں لائے، ننھے کی تمہیں فکر نہیں، ننھے کو آج بخار آگیا۔" دوسری طرف سے جواباً کہا جاتا ہے: "ہر وقت ننھے کو کھلایا پلایا مت کرو۔ میں کہاں تک حکیم ڈاکٹر کے یہاں دوڑوں۔ اسے صاف ستھرا رکھو۔" وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح دونوں طرف سے جھنجھلا جھنجھلا کر کہا جاتا ہے۔ لیکن صاحب اولاد جانتے ہیں کہ یہ وہ جملے نہیں ہیں جن میں سچ مچ غصّہ شامل ہو۔ سمجھدار لوگ اپنی بہت سی آپس کی کشمکش اولاد کی بدولت رفع دفع کر کے ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنا لیتے ہیں۔

بیماری اللہ اپنی حکمتوں کو خود ہی سب سے بہتر جاننے والا ہے لیکن اس کی کچھ حکمتوں کو کسی حد تک انسان نے سمجھ لیا ہے۔ یہ بیماریاں جو ہو جاتی ہیں ظاہر میں انسان ان سے پریشان ہو جاتا ہے لیکن ان میں بڑے فائدے بھی چھپے ہوتے ہیں۔ ہم نے اوپر کہا ہے کہ کبھی نہ کبھی میاں بیوی میں جھگڑا ہو ہی جاتا ہے

اور یہ جھگڑا بعض اوقات بڑی نامناسب حد تک پہنچ جاتا ہے لیکن سمجھدار میاں بیوی جب موقع پاتے ہیں بڑی خوبصورتی سے اسے دور کر دیتے ہیں۔ کچھ تجربکار لوگ بڑے لطف کے ساتھ کہتے ہیں کہ بیماری سے بڑھ کر میاں بیوی کی کشمکش کا کوئی اور علاج نہیں۔ سمجھدار جوڑے اس موقع پر اپنی تیمارداری سے ایک دوسرے کو اپنا لیتے ہیں۔ اس زمانے میں کھوئی یا سوئی ہوئی ہمدردی واپس آجاتی ہے اور جاگ اٹھتی ہے۔ بیماری کے اس فائدے کو دیکھ کر بعض نادان عورتیں شوہر کی زیادہ سے زیادہ ہمدردی سے لطف اٹھانے کے لیے بیمار بن جاتی ہیں۔ ان عورتوں کی یہ بات بڑی مضحکہ خیز بھی ہے اور غلط بھی۔ اس بناوٹی بیماری کا اثر شوہر پر غلط پڑتا ہے۔ لہذا ایسی نادانی کبھی نہ کرنا چاہیئے۔

رشتہ دار اور احباب

میاں بیوی کے تعلقات کو مضبوط کرنے میں رشتہ دار بھی بڑا ذریعہ بنتے ہیں۔ ہر عورت یہ چاہتی ہے کہ اس کے میکے والوں اور اس کی سہیلیوں کا شوہر کے گھر احترام کیا جائے۔ اس فخر کو حاصل کرنے کے لیے جب کبھی اس کے گھر کا کوئی شخص یا اس کی سہیلی آجاتی ہے تو وہ بڑی خاطر مدارات کرتی ہے اور چاہتی ہے کہ شوہر کی طرف سے بھی کشادہ دلی کا اظہار ہو۔ یہ سب وہ اپنے فخر کے لیے نہیں کرتی بلکہ دراصل وہ یہ دکھانا چاہتی ہے کہ اس کا شوہر کتنا نیک ہے۔ ایسے مہمانوں کے آنے پر عقلمند شوہر ذراسی توجہ اور معمولی خندہ پیشانی سے عورت کو ہمیشہ کے لیے جیت لیتا ہے۔ اگر شوہر ان رشتہ داروں اور بیوی کی سہیلیوں کی خاطر و مدارات میں بڑھ کر حصہ لیتا ہے تو اگر بیوی کے دل میں مدت کی پڑی ہوئی کوئی رنجش ہوتی بھی ہے تو وہ دور ہو جاتی ہے اور وہ اپنے شوہر کی بعض ان نیکیوں، عقلمندیوں اور اخلاق کا

تذکرہ اپنوں اور بیگانوں سے کرنے لگتی ہے جو شوہر میں نہیں ہوتیں اور اُسے اونچا سے اونچا اُٹھانے میں بڑی لن ترانی سے کام لیتی ہے۔

اسی طرح ہر مرد چاہتا ہے کہ اس کی بیوی کو لوگ اچھا کہیں۔ وہ اپنی بیوی کی برائی سن کر اپنی توہین محسوس کرتا ہے۔ عام طور سے ساس بہوؤں میں اور نند بھاوجوں کی چشمکیں مشہور رہیں لیکن سمجھدار عورتیں ساس نندوں سے اچھا برتاؤ کرکے مرد کے دل کو مٹھی میں لے لیتی ہیں۔ ان بیویوں کو سچی خوشی کبھی نصیب نہیں ہوتی جو اپنے شوہر کو اس کے والدین سے کاٹ کر الگ کردیتی ہیں۔ شوہر اس خیال سے کہ کہیں بیوی اپنی تریا ہٹ سے لوگوں میں ذلیل نہ کردے، مانا کہ بیوی کو لیکر والدین سے الگ جا رہے۔ لیکن دل میں اس غم کو عمر بھر نہیں بھولتا۔ زبان سے نہ کہے یہ دوسری بات ہے۔ لہذا کسی عورت کو قطع رحمی کرتے وقت سوچ لینا چاہیئے کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بھولا بھالا شوہر ماں باپ سے الگ گھر بسانے کے بعد بھولا نہیں رہتا۔ اس کے بعد بیوی کی ذرا سی غلطی پر بپھر جاتا ہے اور چیخ اٹھتا ہے کہ تیرے کہنے پر میں نے ماں باپ کو چھوڑا۔ اب کیا ہے جو آنکھیں نکالتی ہے" اور پھر ہوتا یہ ہے کہ اس علیحدگی کے غم کا جو وہ محسوس کرتا رہتا ہے۔ مختلف طریقوں سے بدلہ لیتا ہے۔

شوہر جس طرح یہ چاہتا ہے کہ اسکے ماں باپ سے اچھی طرح پیش آئے، اسی طرح وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ اس کے دوستوں کی نظر میں باوقار رکھے۔ اس وقار کیلئے وہ دوستوں کی دعوتیں کرتا ہے۔ بیوی کو چاہیئے کہ اس موقع پر بڑی خندہ پیشانی اور ذوق و شوق سے اسکے دوستوں کی خاطر کرے۔ اگر وہ ایسا کرتی ہے تو شوہر بھی بڑے مبالغے سے کام لیتا ہے اور دوستوں میں بیٹھ کر بیوی کی خوب تعریف کرتا ہے اور زیب داستان کے طور پر اپنی طرف سے بھی کچھ ملا دیتا ہے۔ والسّلام۔ دعاگو۔۔۔

درخواستِ دُعا

مکرمی! السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ،

"میں ایک دین دار گھرانے سے تعلق رکھنے والی لڑکی ہوں، میرا شوہر نام کا مسلمان ہے، وہ دین سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اسے حرام حلال کی تمیز نہیں، طہارت اور پاکی سے بھی لگاؤ نہیں۔ اونچی ذات کا آدمی ہے مگر سوسائٹی بالکل نیچے اور بُرے لوگوں کی رکھتا ہے۔ اس کی بری حرکتوں سے میں بڑی کوفت کی زندگی بسر کر رہی ہوں۔ آپ سے درخواست یہ ہے کہ آپ دُعا فرمایئے کہ اللہ میرے شوہر کو دین کے راستے پر موڑ دے۔

دیگر یہ کہ اللہ نے اپنی رحمت سے آج مجھے ایک خوبصورت بچے کی ماں بنایا ہے الشکر للہ والحمد للہ۔ اس کنیز کو یہ لگتا ہے کہ کہیں یہ چاند سا بچہ باپ کے نقشِ قدم پر نہ پڑ جائے۔ لہذا آپ سے گڑگڑا کر عرض کرتی ہوں کہ اللہ واسطے دعا فرمائیں کہ ہمارا یہ بچہ نیک اور صالح ہو، اسلام کا خادم اور فدائی ہو۔ شریعت محمدیہ کا پورا پورا پابند ہو۔

میں سمجھتی ہوں کہ اگر بچے میں نیک صفات پیدا نہ ہوئیں تو اس کی خوبصورتی بیکار، پرورش بے سود اور زندگی عبث ہے لہذا میں چاہتی ہوں کہ آپ دُعا

فرمائیں کہ بچے میں اسلام کی تمام خوبیاں موجود ہوں اور اللہ رب العزت میرا خاتمہ اسلام پر کرے۔ دعاؤں کی متمنی.....

اوپر "درخواست دعا" کے عنوان سے جو خط شائع کیا گیا ہے یہ ایک مومنہ خاتون کا ہے، موصوفہ نے اپنے خط میں اپنا نام تو لکھا ہے لیکن پتہ درج نہیں کیا اس لیے براہ راست ہم انہیں جواب دینے سے معذور ہیں۔ ان کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوفہ میں اسلامی جذبہ کافی موجود ہے اور وہ اسے برقرار رکھنا چاہتی ہیں اور اپنے بچے کے اندر بھی اسے دیکھنا چاہتی ہیں لیکن انہیں ایک اندیشہ لاحق ہے جو ان کے خط سے صاف ظاہر ہے اور اسی کی بنا پر انہوں نے ہمیں یہ خط لکھا ہے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے ہم اپنے اس دلی رنج کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ہمارے معاشرے میں اکثر ایسا دیکھنے میں آتا ہے کہ اچھی خاصی دیندار خاتون ایک ایسے شوہر کے پالے پڑ جاتی ہے جو واقعی نام ہی کا مسلمان ہوتا ہے، اور دین سے ذرا بھی لگاؤ نہیں رکھتا۔ ایسی صورت میں جو بے چینی اور پریشانی دیندار بیوی کو ہوتی ہے اس کا ایک اثر اوپر کے خط سے ظاہر ہوتا ہے۔ نہ جانے ہماری کتنی بہنیں اس بے جوڑ زندگی کا شکار ہیں۔ اصل میں یہ ذمہ داری والدین کی ہے کہ وہ اپنی لڑکی کی شادی ایسے لڑکے سے کریں جو سب سے پہلے دین و شریعت کے اعتبار سے اس کے لائق ہو، محض روپیہ پیسہ اور خاندان دیکھ کر رشتے کر دینے سے ایسے ہی واقعات رونما ہوتے ہیں۔

جب کسی بہن کو ایسا سابقہ پڑ جائے تو اسے اللہ تعالیٰ سے حالات کو سازگار کرنے کی دعائیں کرنی چاہئیں اور دوسروں سے بھی کرانی چاہیے یہ واقعہ ہے کہ انسان جب دل سے دعا کرتا ہے تو وہ ضرور قبول ہوتی ہے لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ

سب سے پہلے تو شخص متعلق ہی کو اللہ تعالیٰ سے رجوع ہونا چاہیئے۔ اس کے بعد دوسروں سے درخواست کرنا چاہیئے دعاؤں کے بارے میں بات بھی یہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے گڑگڑا کر خود اپنے رب کو پکارا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہر آدمی کی رگِ گلو سے بھی زیادہ اس سے قریب ہے۔

یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ صرف دعا کر کے بیٹھ ہی نہیں رہنا چاہیئے اسلام نے توکّل کے بارے میں ہمیں جو کچھ بتایا ہے وہ یہ ہے کہ بھرپور کوشش اور دعا کر کے اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔

کوشش کے سلسلے میں ہم اپنی اس بہن اور ایسی ہی دوسری بہنوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ کسی حال میں مایوس نہ ہوں۔ اللہ کی رحمت سے کبھی ناامید نہ ہونا چاہیئے ہر وقت اور ہر حال میں اصلاح اور سدھار کی جدوجہد جاری رکھنا چاہیئے۔

اصلاح اور سدھار کے تحت سب سے پہلے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ اپنے بارے میں قول و عمل سے یہ بات ثابت کر دینی چاہیئے کہ میں شوہر کی بڑی وفادار اور ہمدرد بیوی ہوں۔ جب شوہر کو یقین ہو جاتا ہے کہ اس کی بیوی دل سے اس کی تکلیف اور رنج و غم کی شریک ہے تو پھر وہ بیوی کے ہر مشورہ کو اس طرح قبول کر لیتا ہے کہ باہر کے دیکھنے والے لوگ اس کے بارے میں یہ کہنے اور رشک کرنے لگتے ہیں کہ فلاں تو اپنی بیوی کا غلام ہو گیا ہے۔ ہم نے ایک تجرباتی کتاب میں پڑھا ہے۔ اس میں لکھا ہے، سدھار کرنے والی اس طرح زمین کو ہموار اور نرم بنا لیتی ہے اور پھر وہ بیج جو اس میں ڈالتی ہے زمین آسانی سے قبول کر لیتی ہے اور پھر وہ بیج ضرور پھل پھول جاتا ہے۔

اصلاح اور سدھار کے سلسلے میں دوسری بات یہ کبھی نہ بھولنا چاہیئے کہ تلقین کرتے وقت زبان کی نرمی سے کام لینا چاہیئے۔ زبان کو تیر کی طرح نہیں چلا دینا چاہیئے اور ایسے وقت سمجھانا چاہیئے جب تنہائی ہو اور شخص متعلق کا دل و دماغ پریشان اور الجھا ہوا نہ ہو۔ یاد رہے کہ کسی کو کسی کے سامنے سمجھانا اور ناوقت نصیحت کرنا صحیح نہیں اس سے تو انسان کی غیرت کو ٹھیس لگتی ہے اور پھر الٹا اثر پڑتا ہے

اگر ایسا شوہر پڑھا لکھا ہے تو اس کی اصلاح کی ایک صورت یہ ہے کہ اچھی کتابیں موقع ومحل سے اس کے مطالعہ میں دینی چاہئیں یا مناسب اوقات میں پڑھ کر سنانا چاہئیں۔ کتاب ایک ناصح ہے جو اپنی کہتا ہے دوسرے کی نہیں سنتا اور کچھ نہ کچھ اپنا اثر ضرور چھوڑ جاتا ہے۔ کتاب ایسی منتخب ہونا چاہیئے جس میں ایسے مضامین ہوں جن کو پڑھ کر ایک انسان کو شعوری طور پر باری تعالیٰ کے وجود پر یقین، بندگی کا احساس، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر اطمینان اور آخرت کی باز پرس کا خوف پیدا کر سکے۔ اللہ کے فضل سے ایسی کتابیں اردو زبان میں آسانی سے مل سکتی ہیں۔ خوبصورت انداز میں وہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ شوہر ان کتابوں کو پڑھ سکے یا سن سکے۔

جو عورت یہ چاہتی ہے کہ اس کا بے راہ شوہر راہ راست پر آجائے اسے دل میں یہ ٹھان لینا چاہیئے کہ کچھ ہو، وہ خود ہر حال میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں کو مضبوطی سے پکڑے رہے گی اور کبھی ان کے خلاف نہ چلے گی۔ ہم نے ایسی بہت سی بہنیں دیکھی ہیں جنھوں نے ایک طویل کشمکش کے بعد شوہر رام کر لیا۔ یہ صحیح ہے کہ دیر تو لگی لیکن "دیر آید درست آید" والی مثل بھی صحیح ثابت ہوئی۔

اصلاح کی صورتیں اور بھی ہیں لیکن اوپر دو تین تدبیریں ہم نے لکھی ہیں۔ نہایت موثر ہیں اور ان سے کام لینے پر بہت سی خواتین کامیاب ہوئی ہیں اور

آج بڑی کامیاب زندگی بسر کر رہی ہیں۔

لیکن ——— ہماری اس بہن کو جس نے ہمیں خط لکھا ہے، ایک بڑا نادر موقع اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پہلوٹھی کا بچہ عنایت فرمایا اور بچہ ماشاءاللہ شکل وصورت کے اعتبار سے چاند سا ہے۔ اللہ اس بچے کو زندہ رکھے اور صالح بنائے۔

ہماری بہن اس بچے کے توسط سے بڑا کام لے سکتی ہیں، یاد رکھیئے دنیا میں کوئی باپ ایسا نہیں جو چاہے خود بڑے سے بڑا نالائق ہی ہو لیکن بچے کے بارے میں اس کے جذبات یہی ہوتے کہ بچہ نیک بنے۔ اس جذبے اور احساس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اور اسی کو ذریعہ بنانا چاہیئے۔

ماں کیا ترکیب کرے؟ بس صرف یہی کہ جب بچے سے مخاطب ہو، اللہ اور رسولؐ کے نام کے ساتھ بات کرے، اس کی پروا کئے بغیر کہ بچہ سنتا ہے یا نہیں، کچھ سمجھتا ہے یا نہیں، اس کی عمر سننے یا سمجھنے کی ہے یا نہیں، دو ایک دن ہی کا بچہ ہو، ماں کو چاہیئے کہ وہ کلمہ اور درود اسے سناتی رہے۔ زبان سے اظہار کرتی رہے کہ میرا بچہ صحابہ کرامؓ جیسا بنے گا، اسلام کا نام بلند کریگا، اپنے اللہ کو راضی کرے گا اور ماں باپ کے لیے بھی ذریعہ نجات بنے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔

کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ باتیں یوں ہی ہو جائیں گی۔ یوں سمجھنا چاہیے کہ ایک ماں بچے کے کندھے پر بندوق رکھ کر باپ پر داغ رہی ہے، اور اللہ کی ذات سے امید رکھنا چاہیئے، نشانہ ٹھیک بیٹھے گا اور یہ تجربہ بھی ہے کہ اکثر اس طرح بھی دوسروں پر اثر ہوا ہے، یہ بھی خیال رہے کہ کوئی باپ اپنی اولاد کو برے راستے پر دیکھنا نہیں چاہتا اور جب اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اپنا طرز عمل بچے پر اثر ڈال رہا ہے تو وہ بھی ایک بار اپنے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

اس جذبے سے اگر حکمت کے ساتھ کام لیا جائے تو نتائج بڑے اچھے نکل سکتے ہیں، آخر میں ہماری دعا ہے کہ اللہ ہماری اس بہن کی مشکلات کو آسان فرما دے، اس کے شوہر کو راہ راست پر لائے اور اس کے بچے کو اسلام کا صحیح نمائندہ بنا کر اس کے ہاتھوں دین کا علم بلند فرمائے۔

والسلام۔ دعا گو.......

دردِ سر

محترم بھائی! السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

میں آٹھ بچوں کی ماں ہوں اور میرے شوہر ایک اچھے عہدے پر ہیں۔ سب سے بڑے لڑکے کی عمر انیس ۱۹ سال ہے اور سب سے چھوٹے کی عمر چار سال۔ بڑا لڑکا میرے لیے ایک دردِ سر بن کر رہ گیا ہے۔ نویں کلاس پاس کیے ہوئے اُسے پورے چھ سال گزر چکے ہیں۔ اس کے ہم جماعت بی۔ اے اور ایم اے تک پہونچ گئے ہیں لیکن وہ اب تک میٹرک بھی نہیں کر سکا۔ پڑھائی میں اس کا دل نہیں لگتا۔ چھوٹے بچوں پر رعب جمانے اور سارا دن پلنگ پر پڑے رہنے کے سوا اُسے اور کوئی کام نہیں۔ شام کے وقت باہر نکل جاتا ہے اور گیارہ گیارہ بجے تک اپنے اوباش دوستوں کے ساتھ گھومتا پھرتا ہے۔ صبح دس بجے سے پہلے بستر سے اٹھنے کا نام نہیں لیتا۔ دن بھر اُسے ڈانٹتی ہوں لیکن شام ہوتے ہی وہ حسب معمول گھر سے نکل جاتا ہے۔ مار پٹائی کا بیحد شوقین ہے۔ لوگوں سے بلا وجہ لڑتا ہے کئی لڑکوں کو اس نے ایسا پیٹا ہے کہ وہ لہولہان ہو گئے۔ سنا ہے وہ چوری چھپے سگریٹ بھی پینے لگا ہے۔ میں نے اُسے ہزار بار سمجھایا۔ اس کے سامنے آنسو بہایا، ڈرایا دھمکایا، لالچ دیے لیکن وہ کسی طرح بھی راہِ راست پر آنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اپنے ابا کا احترام کرتا ہے۔ اکثر نصیحت کرتے ہیں لیکن ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے

نکال دیتا ہے جیب خرچ کا بڑی شدت سے مطالبہ کرتا ہے۔ اس کے ابا نے ہزار بار سمجھایا کہ تم اپنی ضروریات بتا دو، ہم پوری کرنے کی کوشش کریں گے لیکن ہم دوستوں پر فضول خرچی کی اجازت نہیں دے سکتے۔ مگر وہ اپنی ضد سے باز نہیں آتا۔ اس کے لیے کئی ٹیوٹر رکھے۔ پرائیوٹ اسکولوں میں داخلہ دلوایا فیسیں دیں، ہر سال امتحان کا داخلہ بھجوایا لیکن بے سود۔ اس کے ابا اکثر سرکاری دورے پر رہتے ہیں، میں عورت ذات گھر میں اکیلی رہتی ہوں۔ سخت پریشان ہوں کہ کیا کروں؟ چھوٹا لڑکا بھی اس کے نقش قدم پر چل رہا ہے۔ اس سال وہ بھی نویں جماعت میں فیل ہو گیا ہے لیکن اُسے پرواتک نہیں۔ بہت کہنے سننے پر کتابیں لے کر بیٹھتا ہے۔ لیکن پانچ دس منٹ میں چپکے سے اِدھر اُدھر کھسک جاتا ہے۔ لڑکیاں سیانی ہو رہی ہے۔ لڑکوں کے لچھّن کی وجہ سے ان کے لیے مناسب رشتے نہ ملنے کا خدشہ ہر وقت جان کو لگا رہتا ہے۔ میں نے اکثر آپ کے مشورے پڑھے ہیں جو آپ خانہ داری کے سلسلے میں دوسروں کو دیا کرتے ہیں، آپ کے مشورے میرے دل کو لگتے ہیں اس لیے اپنی الجھنوں کے لیے میں آپ سے رجوع کرتی ہوں کہ آپ مجھے بھی اپنی قیمتی رائے اور زریں مشوروں سے سرفراز فرمائیں گے۔

والسلام...... خاتون

محترمہ بہن السّلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کا خط ملا۔ واقعی آپ کے بچوں کا مسئلہ بہت الجھ گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کی مدد کرے۔ ماں باپ بچوں کی بے راہ روی سے جتنا کڑھتے ہیں۔ اُن کا دل ہی جانتا ہے اور صاحبزادے ہیں کہ وہ اپنے دُھن میں مست ہیں۔ یہ صرف آپ ہی کے گھر نہیں بیسیوں اور پچاسیوں گھروں میں یہی ہوتا ہے کچھ لوگ

تن بہ تقدیر مایوس ہو کر چپ ہو جاتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں کہ انھیں اللہ نے جتنی سوجھ بوجھ دی ہے اس کے مطابق اصلاح کی کوشش کرتے ہیں۔ اپنے ہمدردوں سے رائے لیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ بہت کچھ نقصان ہو جانے پر بھی اب لڑکا راہ راست پر آجائے۔

بہن! میں نے آپ کا خط توجہ سے پڑھا۔ بہت کچھ غور کرنے کے بعد میری جو رائے بنی وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے آپ یہ ذہن نشین کر لیجئے کہ جو بچہ چھ سات سال سے ایک ہی جماعت میں ہے، اسے لازمی طور پر تعلیم سے دلچسپی نہیں رہی۔ پھر آپ کے خط سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے اوباش دوستوں کے ساتھ پھرتا رہتا ہے اور رات گئے گھر لوٹتا ہے۔ ان سب حالات کا جائزہ لینے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اب آپ اس پر مزید وقت، توجہ اور روپیہ ضائع نہ کریں۔ موجودہ حالات میں رہ کر وہ نہ تو امتحان میں کامیاب ہو سکتا ہے اور نہ خود بخود سدھر سکتا ہے بلکہ اس طرح تو اس کے مزید بگڑنے کا خدشہ ہے۔ اسے عملی طور پر پڑھائی ترک کئے ہوئے چھ سال گزر گئے اس لیے اب اس کا دوبارہ تعلیم کی طرف راغب ہونا مشکل نظر آتا ہے۔ آپ فوراً اس کی تعلیم کا سلسلہ بند کر دیں۔ اُسے کسی چھوٹے موٹے کاروبار میں لگا دیں یا کوئی ملازمت کرا دیں۔ دیکھئے نا! وہ پڑھتا تو ہے نہیں، اُسے اور کام بھی کوئی نہیں۔ ظاہر ہے کہ آوارہ اور بیکار گھومنے کے سوا وہ کر ہی کیا سکتا ہے؟

کاروبار یا ملازمت میں پڑنے سے اس کی موجودہ عادتیں یکسر تبدیل ہو جائیں گی۔ ممکن ہو سکے تو کچھ دیر کے لیے اُسے کسی دوسرے شہر میں بھیج دیں، لیکن وہاں کسی سرپرست کا ہونا ضروری ہے۔ اس طرح اُسے اپنے موجودہ دوستوں سے نجات مل جائے گی۔ ہو سکتا ہے کہ ایک آدھ سال میں عملی زندگی سے گھبرا کر

ہ دوبارہ تعلیم حاصل کرنے کی خواہش کرے۔ اگر ایسا ہوا تو آپ کا مسئلہ آسان
و جائے گا۔ اگر ایسا نہ ہوا تو بھی اس کا گھر میں اس طرح رہنا مناسب نہیں۔ کیونکہ
ں طرح چھوٹے بچوں کے بگڑنے کا خدشہ ہے۔ یہ تمام کارروائی انجام دیتے وقت
ڑی تدبیر سے کام لیجئے گا۔ لڑکے کو یہ نہ محسوس ہو کہ آپ اسے تعلیم کے قابل نہیں
مجھتیں۔ اس کے دل میں یہ احساس کمتری پیدا ہو جائے گا۔ آپ باتوں باتوں
یں اسے دوسری طرف موڑیں۔ خود اس کا مشورہ بھی اس کی ذات کے ساتھ
ہے تو اور اچھا ہے۔ اس کی مرضی کے مطابق آپ اسے کسی کام پر لگا دیں۔

اب رہا چھوٹے بچے کا مسئلہ، وہ بھی بڑا اہم ہے لیکن ہنوز اس کا ذہن کچا ہے
آسانی سے موڑا جا سکتا ہے۔ لیکن ضرورت ہے کہ فوراً توجہ دی جائے۔ اُس نے
بڑے بھائی کی دیکھا دیکھی کھُل کھیلنا شروع تو کر دی لیکن اس کی دلچسپیاں
اس کی عادتوں پر پوری طرح اثر انداز نہیں ہوئی ہیں۔ اگر وہ امسال اپنے
درجے میں فیل ہو گیا ہے تو آپ زیادہ فکر نہ کریں۔ فکر اس بات کی کریں کہ اُسے
اس کے برے دوستوں سے بچائیں۔ گھر کے ماحول میں اس بچے کی دلچسپیاں پیدا
کر دیں۔ عام طور پر وہی بچے گھر سے باہر رہتے ہیں جنہیں گھر میں خوشی نہیں
ملتی۔ اگر آپ سے ہو سکے تو اس کے لیے ٹیوٹر رکھ دیں اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو خود
ہی اس کی پڑھائی پر توجہ دیں بلکہ آپ تعلیم میں اس کی مدد کر سکتی ہیں تو ٹیوٹر
کے بجائے خود ہی اس فرض کو انجام دیں۔ آپ اس کی حوصلہ افزائی کریں۔ اس
کی ضروریات اور اس کے دوستوں پر نظر رکھیں۔ اسے طعنہ وغیرہ دینے سے
پرہیز کریں۔ انشاء اللہ یہ بچہ تو جلد ہی رام ہو جائے گا۔

بڑے بچے کی جن عادات کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ بھی اس طرح سدھر سکتی
ہیں کہ اسے عملی زندگی کی ٹھوکریں کھانے دیا جائے۔ اسے جلد ہی پتہ چل جائے گا

کہ اُس نے تعلیم سے بددل ہوکر اچھا نہیں کیا۔ ایسا کرنے کے لیے آپ کے اپنے دل پہ پتھر کی سل ضرور رکھنا پڑیگی۔ لیکن اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ جہاں تک اس کی سگریٹ نوشی کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں اب وہ نصیحت سن کر باز نہیں آئے گا۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں اور اس سے کہدیں کہ بیٹا اگر تم کو سگریٹ سے شوق ہے تو چوری چھپے مت پیو۔ ہماری طرف سے اجازت ہے۔ اس طرح اجازت دینے سے چوری کا جذبہ اس کے اندر نہ ہوگا نیز آپ کے بار بار منع کرنے سے اگر اس میں ضد پیدا ہوگئی ہوگی تو وہ ضد بھی ختم ہوجائیگی۔ اس طرح تدبیر کرنے کے بعد اللہ سے وہ دعا کریں جو اللہ نے اپنے بندوں کو خود بتائیں کہ اے میرے رب! میرے زوج اور میری اولاد سے مجھ کو آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور مجھے متقی اور پرہیزگار لوگوں کے لیے نمونہ بنا دے۔ آمین۔

والسّلام.....۔

بچوّں کی اصلاح

محترم جناب بھائی صاحب ! سلام مسنون

"عرض یہ ہے کہ میرا لڑکا ماشاء اللہ دس سال کا ہے۔ لیکن نماز نہیں پڑھتا میں بہت کوشش کرتی ہوں کہ وہ کسی طرح نمازی بن جائے۔ لیکن وہ کسی حال میں نماز نہیں پڑھتا۔ اگرچہ گھر کا ماحول بھی ایسا نہیں کہ نماز سے تغافل برتا جائے۔ اس کے باپ بھی مولوی ہیں اور میں بھی اللہ کے فضل سے الٹی سیدھی نماز پڑھ لیتی ہوں۔ اب آپ بتائیے کہ میں اس کو کس طرح نمازی بناؤں۔ سختی اور پیار دونوں طرح سے آزما کر دیکھا لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ براہ کرم اس کو نمازی بنانے کی تدبیر بتائیے۔ طالب دعا۔ حامدہ خاتون

محترمہ بہن، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اپنے بچے کی طرف سے جو شکوہ آپ کو ہے اس میں آپ تنہا نہیں ہیں بڑے بڑے دیندار گھرانوں کے ذمہ داروں کو یہی رونا روتے دیکھا گیا۔ ہمارے پاس آئے دن اسی طرح کے خطوط آتے رہتے ہیں اور ہم اپنی معلومات اور اپنے تجربے کی بنا پر خطوط لکھنے والوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ضرورت تو یہ ہے کہ اس موضوع پر بڑی تفصیل سے لکھا جائے۔ خطوط میں اتنی

گنجائش کہاں کہ بات کو پھیلایا جاسکے، لہٰذا مختصراً عرض ہے کہ بچوں کو نمازی نہیں بلکہ نیک بنانے کے لیے چار باتوں کی ضرورت ہے ان چار باتوں میں سے جس بات کی کمی رہ جائے گی، وہیں پانی مرتا نظر آنے لگے گا۔ وہ چار باتیں یہ ہیں۔

(۱) دیندار گھرانہ (۲) دیندار پاس پڑوس (۳) دینی تعلیم (۴) صالح نظام، بچوں کی اصلاح کرنے اور انہیں نیک اور نمازی بنانے کے بھی چار ذریعے ہیں۔ یہ وہ ذریعے ہیں جن سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ ان چاروں باتوں پر نہایت اجمال کے ساتھ جو کچھ عرض کیا جارہا ہے۔ اس پر غور کیجئے۔

(۱) دیندار گھرانہ: یہ بات ہر شخص تسلیم کرتا ہے کہ بچہ اپنے بڑوں کو جو کچھ کرتے دیکھتا ہے، وہی کرتا ہے۔ اس بات کی تصدیق وہ حدیث بھی کرتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ ہر بچہ صالح فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے لیکن اس کے ماں باپ اُسے ایسا اور ایسا بنا دیتے ہیں اور آپ کے تجربے میں بھی یہ بات آئی ہوگی کہ یہی بچہ جس نماز کی فکر آج آپ کو بے چین کئے ہوئے ہے یہی اس وقت جبکہ وہ بے شعور بچہ تھا اور اس وقت آپ نماز کے لیے کھڑی ہوتی ہوں گی تو نماز پڑھنے کو آپ کے آگے یا دائیں بائیں کسی نہ کسی طرح گھسیٹ کر آجاتا تھا اور وہ لطف شاید آپ کو اب تک یاد ہو کہ آپ نے سجدہ کا ارادہ کیا ہوگا تو آپ سے پہلے وہ سجدہ میں ہوگا۔ اور ہولے سے آپ نے یا اس کی بڑی بہن نے دوڑ کر اُسے ہٹایا ہوگا۔

دیندار گھرانے کا اثر بچے پر جو کچھ پڑتا ہے اس کا ہلکا سا عکس بطور یاددہانی آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اسی پر دوسری باتوں کو قیاس فرمالیں اس یاددہانی کے متعلق شاید آپ یہ فرمائیں کہ وہ دور تو ختم ہوگیا۔ بچہ بے شعوری کی عمر سے اب شعور کی عمر کو آرہا ہے تو اب کیا ہو؟ آپ کا سوال بالکل مناسب

ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ جن چار باتوں کے بارے میں میں نے پہلے عرض کیا انہیں ترتیب سے آپ کے سامنے پیش کردوں۔ آپ کسی ایک نتیجے پر اسی طرح پہنچ سکیں گی۔

(۲) دیندار پاس پڑوس:۔ پاس پڑوس کی جو اہمیت ہے اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔ ہر شخص چاہتا ہے کہ اس کا پاس پڑوس اچھا ہو، وہ اچھے اور نیک لوگوں کے درمیان رہے بسے، اگر آپ احادیث کا مطالعہ فرمائیں تو آپ دیکھیں گے کہ پاس پڑوس کا اچھا ہونا ایک انسان کے لیے بڑی نعمت فرمایا گیا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ جب تک بچہ گودوں اور گہواروں میں رہتا ہے اس وقت تک اس کی دنیا وہ گھر ہوتا ہے جس میں وہ لیٹا بیٹھا اور کھیلتا ہوتا ہے لیکن جب پاؤں پاؤں چلنے لگتا ہے تو گھر سے باہر بھی نکلتا ہے۔ گھر سے باہر نکلنے پر اسے اپنے پڑوسیوں اور پڑوسی بچوں سے سابقہ پیش آتا ہے۔ بچہ اپنے ہم عمروں سے ملتا ہے، ان سے باتیں کرتا ہے، ان کے ساتھ کھیلتا ہے۔ ان کے ساتھ ان کے گھروں میں جاتا ہے، ان کے بڑوں سے ملتا ہے۔ ان کے گھروں کی فضا دیکھتا ہے اور کچھ نہ کچھ اثر لے کر ہی لوٹتا ہے۔ آپ لاکھ روکیں آپ کے روکنے سے بچہ نہ رُک سکتا ہے، نہ اپنی آنکھیں بند کر سکتا ہے، نہ کان اور نہ زبان ہی قابو میں رکھ سکتا ہے۔ اس کے پاس پڑوس کی باتیں اور جہاں تک اس کی نظر جا سکتی ہے اور جتنی دُور کی آوازیں اس کے کانوں میں پڑ سکتی ہیں، وہ سب دیکھ اور سن کر ممکن ہے کہ اس پر اثر نہ ہو۔ میں نے چار برس کی توتلی بچی کو دیکھا، وہ مٹک مٹک کر ایک فلمی گیت گا رہی تھی۔ یہ مناظر آج ہر جگہ عام ہیں۔

پیاری بہن! آپ کے شوہر مولوی اور ماشاء اللہ آپ بھی نمازی ہیں لیکن کبھی آپ نے پاس پڑوس پر بھی نظر ڈالی؟ اگر ڈالی تو جو کچھ آپ نے دیکھا اور ظاہر ہے کہ آپ نے غیر دیندارانہ ماحول ہی پایا ہوگا تو کیا آپ نے پڑوسیوں کو نماز کی طرف متوجہ کیا، نیز ان غیر شرعی باتوں کی طرف سے ان کا دھیان ہٹانے کی کوشش کی جن میں غریب ہمسایہ مبتلا ہیں؟ اس سوال کا جواب آپ اپنے دل میں اپنے کو دیں۔ اس کے بعد اس بچے کی شکایت کریں جس کے نہ جانے کتنے دوست بے نمازی ہوں گے اور وہ نہ جانے کس بچے سے، کس کھیل سے اور کس بات سے بہت زیادہ متاثر ہو چکا ہو جس کی آپ کو بھی خبر نہ ہوئی۔ اس سلسلے میں میرا مشورہ ہے کہ آپ اپنے بچے کو جیسا دیکھنا چاہتی ہیں، ویسا ہی اپنے گھر کے ساتھ اپنے پڑوس کو بھی بنانے کی کوشش کریں۔

غور فرمائیے، آپ کے گھر کے آس پاس ہیضہ پھیلا ہو تو صرف اپنا ہی گھر صاف ستھرا رکھ کر ہیضے سے نہیں بچ سکتیں۔ پھر بچوں کی اصلاح کا مسئلہ تو ہیضے سے بھی زیادہ اہم ہے۔

(۳) **دینی تعلیم:** اب آئیے غور فرمائیے۔ دس برس کے بچے کی تعلیم کے بارے میں آپ نے خط میں نہیں لکھا کہ بچہ کیا پڑھتا ہے؟ کہاں پڑھتا ہے؟ کس سے پڑھتا ہے؟ لیکن حسن ظن سے کام لے کر یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کا دس سالہ بچہ کہیں نہ کہیں پڑھنے ضرور جا رہا ہوگا۔ بچہ کہیں بھی پڑھنے جاتا ہو مکتب میں یا مدرسہ اسلامیہ میں یا سرکاری اسکول میں۔ آپ اس کی کتابوں کا جائزہ لیں، اس کے استادوں کا جائزہ لیں اور مدرسہ یا اسکول کی فضا کا جائزہ لیں، اگر آپ کا بچہ اسکول میں پڑھنے جاتا ہے تو وہاں کی تعلیم

عیاذاً باللہ! آج کل کی تعلیم کا اثر بچوں میں جو کچھ ہو رہا ہے اگر آپ اُسے معلوم کرنا چاہتی ہیں تو "دینی تعلیمی کانفرنس" کی طرف سے لیے گئے جائزوں اور دیئے گئے خطبوں کو پڑھیے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ اسکول میں آج کل جو تعلیم دی جا رہی ہے اس کا مقصد کیا ہے؟

اچھا اگر آپ کا بچہ اسکول میں نہیں بلکہ مدرسہ اسلامیہ میں پڑھنے جاتا ہے تو آپ وہاں کی تعلیم کے ساتھ وہاں کے اساتذہ کا کردار، ان کے خیالات ورجحانات کا پتہ لگایئے، اگر آپ مطمئن ہو جائیں تو خیر، ورنہ غور کیجئے کہ اپنے بچے کو کہاں اور کس طرح سے پڑھوائیں۔ عزیز بہن! ایک بات بتایئے کیا کبھی آپ کے مولوی صاحب اور آپ نے بچے کی تعلیم پر مخصوص اپنا گھنٹہ آدھ گھنٹہ صرف کیا ہے؟ بالکل اس طرح جیسے ایک استاد یا ٹیوٹر اسے پڑھاتا ہے ...... میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ بھی اور آپ کے مولوی صاحب بھی کم سے کم ایک ہی گھنٹہ مستقل پابندی کے ساتھ روزانہ متعین وقت پر اُسے لے کر بیٹھیں اور اسے دینیات کی تعلیم دیں۔ اس طرح وہ بہت سا زنگ جو بچے کے دل پر گھر سے باہر لگتا رہتا ہے ڈھلتا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۴) **صالح نظام**:۔ آپ نے تین باتوں پر نہایت اجمال سے میری گزارشات پڑھیں۔ گھر اور پاس پڑوس کا ماحول اور تعلیم۔ ان تین باتوں پر تو آپ سوچتی ہی رہیں گی اور ان کے اثرات بچوں پر ہوتے ہی رہیں گے اب ایک طرف آپ کی کوشش ہو گی۔ دوسری طرف یہ باہر کی دُنیا۔ کون کامیاب ہو گا۔ یہ میں نہیں جانتا لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا، چنگاری اگر بجھا نہ دی جائے تو اس کے دب

جانے سے زیادہ گھبرانے کی ضرورت نہیں وہ کبھی نہ کبھی بھڑکے گی۔ لیکن بہن!
آپ اس کو کیا کریں گی کہ اگر ہم پر، آپ پر اور آپ کے بچے پر ایک غیر صالح نظام
مسلط ہو۔ وہ غیر صالح نظام جو باقاعدہ اسکیمیں بنا بنا کر ایک طرف آپ کے
دین کی عمارت میں دراڑیں ڈالنے کی تدبیریں کرے اور دوسری طرف اپنے
مختلف پروگراموں کے بہاؤ میں پبلک کو بہالے جانے کی پوری طرح
کوشش کرے۔ اس پبلک کو جس میں ایک ہم بھی ہیں اور ایک آپ بھی
اور ایک آپ کا دس سالہ بچہ بھی۔

میں غیر صالح نظام کے اثرات پر روشنی نہیں ڈالتا' اپنے مولوی صاحب
سے تبادلہ خیالات فرمالیجئے۔ میں جواب اجمال سے لکھنا چاہتا تھا مگر یہ
اجمال بھی طویل ہوتا جا رہا ہے۔ میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ آپ بھی اور
آپ کے مولوی صاحب بھی غیر صالح نظام کو صالح نظام میں تبدیل کرنے
کی کوشش شروع کردیں۔ آپ دونوں طے فرمالیں کہ کوئی غیر دینی بات
نہیں کریں گے۔ آپ دونوں طے فرمالیں کہ پاس پاس کو دین کی طرف متوجہ
کریں گے۔ تہیہ کرلیں کہ اپنے رشتہ داروں کو غیر صالح نظام سے بیزار کر
دیں گے اور انہیں دین حق کی طرف موڑ دیں گے۔ اگر آپ ایسا کرنے
لگیں تو میرا خیال ہے آپ کی کوشش رائیگاں نہیں جائے گی اور انشاء اللہ
صالح نظام کے لیے زمین ہموار ہونا شروع ہو جائے گی، کس طرح ہو گی۔
یہ ایک لمبی بات ہے۔ جب تک زمین ہموار ہوتی نظر نہ آئے۔ صبر سے
کام کرتی رہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ سے دعا ضرور
کرتی رہیں۔

آخر میں میں یہ ضرور عرض کروں گا کہ دنیا میں جب تک صالح نظام

کا دور دورہ رہا اس وقت کے بڑوں اور بچوں کے رجحانات پر غور فرمالیں
پ دیکھیں گی کہ لوگ نیکی کی طرف بڑھنے والے تھے۔ ہمیں یاد ہے۔ ہمارے
بچپن میں گھر، پڑوس، تعلیم تینوں بفضلہ غنیمت تھے۔ لیکن غیر صالح نظام
ضرور مسلط تھا۔ اس نے ہماری تینوں کوششوں کو ملیامیٹ کر دیا تھا۔
پھر بھی کچھ زیادہ فکر نہ تھی لیکن آج پوری فکر کی ضرورت ہے، ابھی آپ کا
بچہ دس سال کا ہے، ابھی اُسے پندرہ بیس سال کا نوجوان بننا ہے اور پھر جوان
اور پھر اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں برکت دے، اُسے زندگی کی ساری منزلیں طے
کرنی ہیں۔ آپ اس کی اصلاح کی خاطر ہی نہیں بلکہ دراصل دینی فریضہ
کی خاطر ہمارے چاروں مشوروں کو اپنائیں۔

والسلام:۔ دعاگو........

بیٹی کا خط ماں کے نام

"اچھی اماں! مجھے معاف کر دو" مجھے جب اپنے وہ فقرے یاد آتے ہیں. جو میں نے دس برس پہلے آپ سے کہے تھے تو سر ندامت سے جھک جاتا ہے اور آنسو رخساروں پر ڈھلک آتے ہیں. کبھی کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ میں بچوں کی موجودگی میں زور زور سے رونا شروع کر دیتی ہوں، جب میرے شوہر گھر آتے ہیں تو بچے میری نقلیں اتارنے لگتے ہیں۔

" آج امی اوں اوں ـــ اوں کر کے رو رہی تھیں۔

وہ مجھ سے پوچھتے ہیں:-

شیدو! کیا بات تھی؟"

میری آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگتے ہیں اور میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی ہوں۔ آنسو تھمتے ہی نہیں ـــ ندامت کے آنسو، شرمساری کے آنسو۔

وہ سمجھ جاتے ہیں کہ مجھ پر روح کو ہلکا کرنے کا دورہ پڑا ہوا ہے۔ وہ مجھے تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔ ماضی کے واقعات ابھرنے لگتے ہیں اور میں جس قدر ان پر غور کرتی ہوں، میرے شعور میں ارتعاش پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر امی! آپ کے کردار کی پرچھائیاں شعور کو ڈھانپ لیتی ہیں۔ یہ پرچھائیاں سمٹ کر حقیقی مجسمہ بن جاتی ہیں اور پھر میں اس سے لپٹ جاتی ہوں۔

"میری امّاں! مجھے معاف کر دو۔ میں اس وقت نادان تھی اور وہ فقرے دانی میں منہ سے نکل گئے تھے۔ جب انسان کو غصّہ آتا ہے۔ تو وہ اس وقت نادان ہی ہوتا ہے"۔

مجھے یاد ہے کہ میں اس دن کالج سے ذرا دیر سے آئی تھی۔ میں نے اپنی ایک سہیلی کا بہت ہی باریک دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا۔ اس دوپٹہ کو دیکھ کر آپ کا چہرہ سُرخ ہوگیا تھا۔ آپ نے کہا تھا:۔

"رشیدہ! تم نے میری اجازت کے بغیر کسی سہیلی کے گھر جاکر میرے اعتماد کو ٹھیس پہونچائی ہے۔ میں اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتی کہ تم اپنی سہیلیوں سے باریک دوپٹے لیکر اوڑھو۔ شریعت نے ایسے لباس کو ناپسند کیا ہے۔ اگر تم نے میری باتوں پر عمل نہ کیا، تو تمہیں کالج سے اٹھالوں گی"۔

میں اپنی سہیلیوں کے ہاں نہایت ہی باریک لباسوں کے خوبصورت ڈیزائن دیکھ کر آئی تھی۔ پھر مجھے میری سہیلیوں نے بہت مطعون کیا تھا کہ میں موٹے جھوٹے کپڑے پہنے رہتی ہوں۔ یہی تو عمر ہوتی ہے اچھا کھانے پہننے کی اور تم مولویوں کی طرح اپنی زندگی کے سب سے اچھے حصّے کو موٹے دوپٹے کے نیچے ضائع کر رہی ہو۔ مجھ پر سہیلیوں کی باتوں کا بہت اثر تھا۔ جونہی آپ نے مجھے سخت سست کہا۔ میں غصّے سے بپھر گئی اور زور سے کہنے لگی:۔

"مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم میری ماں نہیں ہو۔ میری زندگی کو اجیرن بنا کر رکھ دیا ہے۔ ہر وقت روک ٹوک ہر وقت نصیحتیں، ہر وقت نکتہ چینی مجھے یہ دکھ بھری زندگی ہرگز پسند نہیں۔ ہر بات کی ایک حد ہوتی ہے۔ اسی عمر میں سب اچھے کپڑے پہنتے ہیں اور تم مجھے وہ کپڑے پہننے پر

مجبور کرتی ہو، جو آج کل دیہاتنیں بھی نہیں پہنتیں۔ مجھ سے گھر کا کام کاج کراتی رہتی ہو، کہیں آنے جانے نہیں دیتیں، میں اس بھیانک قید میں زندگی بسر نہیں کر سکتی۔"

میری باتیں سن کر آپ خاموش ہو گئی تھیں۔ پتھر کی طرح جامد و ساکت میرا غصہ ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ میرا پورا بدن کانپ رہا تھا۔ میں اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ پندرہ منٹ کے بعد میں کسی نامعلوم جذبے کے تحت آپ کے کمرے میں آئی۔ آپ اس وقت بھی پتھر کا بت بنی ہوئی تھیں۔ میرا غصہ اب سرد پڑ چکا تھا اور میں اپنے کئے پر غور کرنے لگی تھی۔ جوں جوں سوچ رہی تھی۔ ندامت کا احساس تیز ہوتا جا رہا تھا۔ مجھے آپ کے احسانات ایک ایک کرکے یاد آنے لگے تھے۔ آپ کی طویل خاموشی میری روح پر کاری زخم لگا رہی تھی۔ میں بیحد مضطرب تھی۔ میں بے اختیار آپ سے لپٹ گئی۔ آپ کا جسم ابھی تک حرکت نہیں کر رہا تھا۔ مجھے بڑی تشویش ہوئی۔ بڑی مشکل سے آپ نے حرکت کی۔ میری جان میں جان آئی اور اس دن سے میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ کوئی ایسی بات نہیں کروں گی جس سے آپ کو تکلیف پہونچے۔

میری پیاری امّاں! میں آپ کے احسانات کیسے بھلا سکتی ہوں۔ آپ نے مجھے جو کچھ عطا کیا ہے، وہ میری سب سے قیمتی دولت ہے اور ایسی دولت جسے مجھ سے کوئی چھین نہیں سکتا۔ آپ کو معلوم ہے کہ میری شادی کے کچھ ہی عرصے بعد سسرال والے خانگی اختلافات کی وجہ سے مجھ سے زیادتی کرنے لگے تھے۔ میری ساس، دیور، میرے جیٹھ اور میرے شوہر مجھ سے سخت ناراض تھے۔ میرے لیے ہر لمحہ جہنم زار بنا ہوا تھا۔ کسی پہلو قرار نہ آتا تھا

مجھ پر ایسی ایسی تہمتیں لگائی گئیں کہ ان کو سن کر کلیجہ پانی ہوا جاتا تھا۔ ایذارسانی کا حربہ استعمال کیا گیا۔ مجھے کسی سے ملنے کی اجازت نہیں تھی۔ ان تمام حالات میں میں ثابت قدم رہی۔ مجھے آپ کی وہ نصیحت ہمیشہ یاد رہی۔ جو آپ مجھے اکثر کیا کرتی تھیں کہ مصیبت کے وقت صبر سے کام لینا اور خدا سے اپنا تعلق زیادہ سے زیادہ قائم رکھنا۔ نماز پابندی سے ادا کرتی رہنا اور کوئی بات ایسی نہ کرنا جس سے تمہارے وقار کو ٹھیس پہونچے۔ میں یہی کرتی رہی مخالفت کے تمام طوفان خود ہی ختم ہو گئے۔ کدورت اور غبار دونوں ختم ہو گئے تو سب نے جان لیا کہ اصل حقیقت کیا تھی۔ اب سسرال والے میرا بے حد احترام کرتے ہیں اور مجھے سب سے زیادہ قابل اعتماد سمجھتے ہیں۔ میرے حسن سلوک نے سب کا دل جیت لیا۔ میں نے شدید جذباتی ماحول میں بھی اپنی زبان پر قابو رکھا اور کبھی غیر محتاط اور متوازن لفظ منہ سے نکلنے نہیں دیا۔ یہ سب کچھ میں نے آپ کے طرز عمل سے سیکھا ہے۔ میں نے کبھی آپ کو والد صاحب سے لڑتے نہیں دیکھا۔ انھوں نے کبھی کوئی بات بلند آواز یا غصّے میں کہہ بھی دی تو آپ کی پیشانی پر کبھی بل نہیں پڑا۔ مجھے رخصت کرتے وقت آپ نے نصیحت کی تھی:۔

میری بیٹی! میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے کہ تمہیں اچھی سے اچھی تربیت دوں۔ دیکھنا، اس بات کا مظاہرہ نہ کرنا کہ تم کسی پھوہڑ گھر سے آئی ہو۔ اب تم اپنے نئے گھر کو اپنا گھر سمجھنا اور شوہر، ساس اور نندوں کی خدمت کرنا۔ خدمت ہی عورت کا سب سے حسین زیور ہے۔"

اگرچہ یہ الفاظ آپ نے آنسوؤں کی لڑی پروتے ہوئے کہے تھے، لیکن یہ بہت واضح اور اثر آفریں تھے۔ میں نے سسرال والوں کی خدمت کرکے

اپنے خاندان کے وقار کو بلند کیا۔"

پھر اماں! مجھ پر وہ وقت بھی آیا کہ ہمارا تبادلہ گجرات ہو گیا، وہ تمام دن گھر سے باہر رہتے۔ ان کا کام کچھ ایسا تھا کہ اکثر اوقات رات کو دیر سے گھر آتے۔ شروع شروع میں میرے پہاڑ جیسے دن کاٹنے مشکل ہو گئے لیکن پھر جلدی نئے ماحول سے مانوس ہو گئی۔ صبح سویرے اٹھتی، نماز پڑھتی، قرآن کی تلاوت کرتی اور پھر گھر کے کام کاج میں مصروف ہو جاتی، ان کے لیے کھانا تیار کرتی اور جب وہ دفتر چلے جاتے، تو میز پوش کاڑھنے بیٹھ جاتی، پھر میں نے چرخا چلانا شروع کر دیا۔ چھ مہینوں میں اتنا سوت کاٹ لیا کہ بہت ہی کم لاگت سے چار چادریں اور چھ کھیس تیار ہو گئے۔ ہمارے پاس تو کپڑوں کی کمی نہیں تھی، میں نے انہیں محلے کے نادار افراد میں تقسیم کرا دیا۔ میں نے دیکھا تھا کہ آپ غریب غربا کو کپڑا دیتی رہتی تھیں۔ میں نے سوچا، فارغ اوقات میں کیوں نہ کوئی ایسا کام کروں جس سے دوسروں کی چھوٹی موٹی خدمت ہو سکے۔

شام کے وقت حدیث کا مطالعہ کرتی، وہ رسالے پڑھتی جن میں خانہ داری کی باتیں ہوتی تھیں۔ کوشش کرتی تھی کہ زیادہ خرچ بھی نہ ہونے پائے اور کھانوں میں تنوع پیدا ہو جائے۔ یوں تو آپ نے مجھے کھانے پکانے میں اتنا ماہر کر دیا تھا کہ مجھے کبھی شرمندگی نہ اٹھانی پڑی۔ جب آپ مجھ سے کام لیا کرتی تھیں اس وقت تو مجھے بہت ناگوار گزرتا تھا۔ خیال آتا تھا کہ اماں مجھے چولھے کے آگے بٹھائے رکھتی ہیں، لیکن شادی کے بعد احساس ہوا کہ آپ نے مجھ سے کام کرا کر مجھ پر احسان عظیم کیا تھا۔ آپ نے مجھے زیادہ تر پرانے طرز کے کھانے پکانا سکھائے تھے۔ میں نے

سالوں کی مدد سے نئی طرز کے کھانے پکانے بھی سیکھ لیے تھے وہ میرے
کھانوں کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ مجھے اس سے خاصا نقصان ہوا وہ ہر
دوسرے تیسرے روز گھر پر دوستوں کو مدعو کر لیتے ہیں۔ کبھی کبھی اُلجھ
جاتی ہوں لیکن اکثر خدا کا شکر ادا کرتی ہوں کہ اس نے مجھے اس قابل بنایا
کہ اپنے خاوند کی جائز خواہشات کو اچھے طریقے سے پورا کر لیتی ہوں۔ مہمان
آتے ہیں تو گھر میں رونق ہوتی ہے، زندگی ایک حسین تتلی کی طرح سبک
نظر آتی ہے۔

پیاری امّاں! مجھے آپ نے معاف تو کر دیا ہوگا۔ مجھے جب اپنی حماقتوں
کا احساس ہوتا ہے۔ تو میں کانپ کانپ جاتی ہوں۔

امّاں! پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں بچوں سے نوازا۔ ماشاءاللہ ہمارے چار
بچے ہیں۔ وہ تمام دن مجھے مصروف رکھتے ہیں۔ کوئی ضد کر رہا ہے، کوئی رو
رہا ہے، کوئی مٹی میں کھیل رہا ہے اور کوئی گھر کی چیزوں کو تلپٹ کر رہا ہے
وہ اکثر کہتے ہیں کہ ان کے لیے کوئی ملازمہ رکھ لوں لیکن میں سوچتی ہوں کہ
ملازمہ میرے بچوں کے احساسات سے کیسے باخبر ہوگی۔ مجھے اللہ تعالیٰ
نے اچھی صحت دی ہے، تو میں کیوں نہ خود کام کر لوں۔ بعض اوقات وہ
سب مجھے بے حد تنگ کرتے ہیں لیکن مجھے غصہ نہیں آتا۔ میں بچوں کو
بہت کم پیٹتی ہوں۔ امّاں! میں نے آپ کو بچوں کی پرورش کرتے دیکھا
ہے آپ کبھی بچے کے ساتھ بلند آواز میں بات نہیں کرتی تھیں۔ میں
نے آپ کو غصہ ہوتے ہوئے بھی نہیں دیکھا تھا۔ کتنا تحمل تھا آپ میں!
آپ اگرچہ زیادہ پڑھی لکھی نہیں تھیں لیکن اب یوں معلوم ہوتا ہے کہ
بچوں کی نفسیات سے آپ سے زیادہ اور کوئی واقف نہیں تھا۔ میں

بچوں کے کاموں میں لگی رہتی ہوں۔ پرانے کپڑوں سے ان کے کپڑے
بنا لیے، نئے کپڑے زیادہ قیمتی نہیں بناتی ہوں۔ میں ابھی سے ان میں سا
رہنے کی عادت ڈالنا چاہتی ہوں۔ پھر میں انہیں انگریزی لباس نہیں پہن
شلوار قمیص میں بچے مجھے تو بہت اچھے لگتے ہیں۔ میں بچوں کی نفسیات
کتابیں پڑھتی رہتی ہوں اور اس بات کی اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش
کرتی ہوں کہ ان کی تربیت صحیح خطوط پر ہو۔ میں نے دیکھا ہے کہ بچے محبت
کی زبان کو سمجھتے ہیں۔ جب کوئی بچہ ضد کرتا ہے تو میں اُس پر خفا ہو
کے بجائے دیکھتی ہوں کہ اس کی ضد کا محرک کیا ہے۔ بچے اکثر کسی چیز کی کم
پر احتجاج کے طور پر ضد کرتے ہیں۔

میں بچوں کی صحت کا بھی خاص خیال رکھتی ہوں۔ پیاری امّاں! آپ
نے بچوں کی بیماریوں کے بارے میں جو تجربات بیان کئے ہیں، وہ میر
کام آرہے ہیں۔ مجھے ڈاکٹر کے پاس جانے کی بہت ہی کم ضرورت پیش
آتی ہے۔ صفائی کا خاص خیال رکھتی ہوں، پر اتنا نہیں کہ صفائی مجھ پر جنو
کی طرح سوار ہو جائے۔ امّاں! آپ جانتی ہیں کہ مجھے تعلیم کا بیحد شوق تھ
آپ نے میری شادی تھوڑا دیر میں کردی تھی۔ میری خواہش تھی کہ می
آگے پڑھوں لیکن جب مجھ پر نئی ذمّہ داریاں آپڑیں تو میری خواہش
ذمہ داری کے احساس میں تبدیل ہوگئی۔ میں سوچتی ہوں کہ تعلیم کا مقصد
بھی تو یہی ہے کہ انسان اپنی ذمّہ داری کو خوش اسلوبی سے اٹھانا سیکھ جا
اب میرا گھر، میرے شوہر میرے بچے، میری سسرال والے یہ سب میرے
ساتھ منسلک ہیں۔ تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے میری یہ ذمّہ داری ہ
کہ میں ان سب دائروں میں توازن کے ساتھ کام کرتی رہوں۔ اگر میرا گ

صاف ستھرا ہے، میرے طور و طریق میں شائستگی ہے، میرے تعلقات میں وسعت اور پائیداری ہے تو میں واقعی تعلیم یافتہ ہوں اور اگر میں ایم اے کرلوں، لیکن وہ سلیقہ مجھے نہ آئے جو عورت کو عورت بناتا ہے تو پھر اس تعلیم کا کیا فائدہ؟

پیاری امّاں! آپ نے مجھے کیا نہیں دیا۔ آپ نے مجھے خوشیوں بھری زندگی گزارنے کے اصول سکھائے۔ میں نے یہ آپ ہی سے سیکھا ہے کہ میں اپنے فرائض ادا کردں۔ میں ہر چیز کا اتنا خیال رکھوں کہ کسی کو مجھ سے اس کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ مجھے ان کے گھر سے جانے کے اوقات کا علم ہے۔ وہ گھر سے صبح سویرے ہی چلے جاتے ہیں۔ میں رات ہی کو تمام چیزیں درست کر کے رکھتی ہوں۔ ان کی ضروریات کا خیال رکھتی ہوں۔ اگر میں بھی نہ کروں، تو گھر والی کس لیے کہلاؤں۔ مجھے ان کے مزاج، ان کی عادات و خصائل کا علم ہے۔ میں کوئی ایسا کام نہیں کرتی جو ان کے مزاج کے خلاف ہو۔ مجھے ان کی کچھ باتیں ناپسند ہیں، لیکن مجھے ان سے اس لیے محبّت ہے کہ وہ میرے شوہر کو پسند ہیں۔ ان کی وہ عادتیں کچھ زیادہ بڑی بھی تو نہیں، مثال کے طور پر وہ زیادہ نہیں بولتے، گھر میں شور وغل پسند نہیں کرتے۔ کسی کا چینخنا انہیں ناگوار گزرتا ہے، گھر کے معاملات میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتے۔ شروع شروع میں یہ باتیں سخت ناگوار گزریں، لیکن اب تو مجھے ان پر پیار آنے لگا ہے۔

پیاری امّاں! آپ نے مجھے سادہ زندگی کی جو چاٹ ڈال دی ہے، اس نے مجھے بہت سے تکلفات سے نجات دلا دی ہے۔ اپنے لیے کوئی قیمتی

کپڑا نہیں خریدتی۔ دل مانتا ہی نہیں کہ لباس پر روپیہ پانی کی طرح بہاؤں، اپنی ضروریات میں سے پچاس ساٹھ روپے بچالیتی ہوں اور ان سے مستحق طلباء کو وظیفے دے دیتی ہوں۔ سوچتی ہوں، اپنے اوپر بلاضرورت خرچ کرنے کا کیا فائدہ۔ انسان اس دنیا میں صرف اپنے ہی لیے تو نہیں آیا۔ ضرورت کی تو کوئی حد نہیں، جتنی پھیلاؤ گے پھیل جائے گی۔ دوسروں کا بھی تو کچھ ہم پر حق ہے۔

اچھا میری پیاری امّاں، خدا حافظ!

آپ کی بیٹی ..... (رشیدہ)

حدود اللہ توڑنے کا نتیجہ

برادر محترم! السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ،
"میں ایک درمیانی درجے کے گھرانے کی لڑکی ہوں۔ اس گھرانے میں دینی چرچا بہت کم ہے۔ میرے شوہر بھی درمیانی درجے کے تعلیم یافتہ ہیں۔ ہماری شادی کو چار سال کا عرصہ ہوا۔ ہم دونوں شروع شروع میں ہنسی خوشی زندگی بسر کر رہے تھے۔ میں روزہ نماز اور تلاوت کلام کی پابند ہوں۔ میرے شوہر بھی اس کے پابند ہوتے ہیں اور کبھی چھوڑ دیتے ہیں لیکن مجھے پابند ہونے کے لیے سمجھاتے ہیں' ان میں دینی جذبہ بھی ہے۔ لیکن ایک عادت ہے' اپنے دوستوں کے سامنے مجھے بے پردہ رکھتے ہیں اور کھل کر بات کرنے کو کہتے ہیں۔ میں نے ان کے حکم کی تعمیل کی۔ جب میں نامحرموں سے بات کرنے لگی تو مجھ پر شک کرنے لگے اور اب تو شک کا یہ عالم ہے کہ کبھی کبھی کچھ سوچا کرتے ہیں۔ اکثر ناراض رہتے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں میری خوشی کی دنیا اجڑ نہ جائے۔ خدا کے واسطے آپ میرے لیے دعا فرمائیں کہ باری تعالیٰ میرے شوہر کے

شک کو دور کر دے۔ میں بہت پریشان ہوں عنقریب ایک بچے کی ماں ہونے والی ہوں۔ اللہ پاک مجھ پر رحم کرے۔"

فقط آپ کی خادمہ۔ ب۔ خ

یہ ایک نوجوان اور ناتجربہ کار خاتون کا خط ہے جسے ہم نے کسی قدر ترمیم اور بہت کچھ حذف کر کے شائع کیا ہے۔ ترمیم صرف جملوں کی ساخت میں کی گئی ہے ورنہ الفاظ قریب قریب خاتون موصوفہ کے ہیں اور جو عبارت ہم نے حذف کی وہ ایک غیر ضروری بات تھی جس کے حذف کرنے سے مضمون خط میں کوئی خاص کمی نہیں ہوتی ہے۔

اس خط کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک خاتون نے اللہ کے حکم کے مقابلے میں اپنے شوہر کے حکم کو مقدم سمجھا اور پھر اس پر عمل بھی کیا۔ نتیجہ سامنے آیا۔ حدود اللہ توڑنے کا خیال نہیں آیا۔ فکر بس وہی ہے کہ شوہر کسی طرح راضی اور خوش ہو جائے۔

ہم نے ایسی بہت سی عورتیں دیکھی ہیں، اخبار و رسائل میں بھی ان کے تذکرے آئے دن آتے رہتے ہیں کہ مغرب زدہ شوہر نے بیوی سے بے پردہ ہونے کو کہا۔ اس کے بعد نتیجہ یہی ہوا جس کا رونا مندرجہ بالا خط کی لکھنے والی خاتون نے رویا ہے بلکہ ان خاتون صاحبہ کا تو ابھی روز اوّل ہے۔ بہت سی بے پردہ ہونے والی خاتونوں کو ہم نے اس عالم میں دیکھا ہے

جس کا اندیشہ او پر و الے خط میں ظاہر کیا گیا ہے۔ یعنی ....
(خدا نخواستہ) طلاق یا قتل۔

افسوس ہے کہ ایسے نتائج سامنے آتے رہتے ہیں پھر بھی مردوں کا یہ عالم ہے کہ وہ نہ جانے کس لیے اپنی بیویوں کو رونق محفل بناتے ہیں پھر جب وہ غیر سے ہنس اور کھل کر بات کرتی ہیں تو فطری غیرت کو ٹھیس لگتی ہے اور پھر "نزلہ بر عضو ضعیف افتد" والی مثل صادق آتی ہے۔

لیکن یہاں ہمیں اس وقت مردوں کو نہیں اس خاتون کو جواب ینا ہے جس نے ہمیں متوجہ کیا ہے۔ محترمہ! ہمیں افسوس ہے کہ ہماری ما آپ کے کام نہ آسکے گی۔ آپ ہی کے کام نہیں بلکہ اگر ہم خود حدود اللہ ڑیں۔ حلال چھوڑیں۔ حرام کی طرف رُخ موڑیں تو ہماری دعا ہمارے ۔پر ماری جائے گی۔ آپ نے خدا کے حکم کے مقابلے میں ایک مرد کا حکم ا۔ اب آپ اس کا نتیجہ بھگتنے کے لیے تیار رہیے لیکن اگر آپ ہم سے نورہ طلب کریں۔ تو ہم عرض کریں گے کہ ابھی کچھ زیادہ نہیں بگڑا ہے۔ پ اپنے شوہر سے صاف صاف کہہ دیں کہ ہم نے حدود اللہ کو توڑا اس کا یہ بجہ سامنے آیا۔ شیطان نے شک و شبہ کی دنیا میں لاکھڑا کیا۔ آئندہ جانے یا ہو لہٰذا اب میں پھر خدا کی پناہ میں جاتی ہوں اور بے پردگی سے توبہ رتی ہوں اگر آپ ایسا کریں تو امید ہے کہ آپ کی وہ خوشی لوٹ آئے جو پ چاہتی ہیں۔ اس کے سمجھنے کے لیے نہ ہمارے پاس خط لکھنے کی ضرورت کسی سے دعا کے لیے التجا کی۔ جس چیز سے آپ کو نقصان پہونچا اسے رک کر دیجئے۔ آپ کی بے پردگی نے آپ کے شوہر کو آپ کی طرف سے

شک میں مبتلا کر دیا۔ آپ بے پردگی سے توبہ کر لیں، یہ ایک سیدھی
سی بات تھی۔ جب آپ اللہ کی رضا کے لیے پھر پردہ کرنے لگیں تو ہمیں
لکھیں، اس وقت ہم آپ کے لیے دعا کریں گے کہ آپ کا شوہر آپ سے
خوش ہو جائے۔ اس وقت تو ہماری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے
خوش ہو جائے۔ اس وقت تو ہماری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو پردہ
کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

والسلام ..... دعا گو ..... مائل خیرآبادی